(اسلامی فقہ کی روشنی میں)

تعلیم وتربیت میں جسمانی سزا

CORPORAL PUNISHMENT IN EDUCATION

(From the viewpoint of Islamic Jurisprudence)

Ghulam Murtaza Ansari
Dr. Qaisar Abbas Jafari

Abstract:
Training is infact an activity performed by teacher or trainer to educate and nurture his pupal. In this field, an important responsibility of teachers and trainers is to flourish a sense of human dignity and moral values among their students. In order to reach this goal, all activities and tecniques of trainers must be conscious, logical and in line with the student's interest and ability. Unfortunatily, one of these tecniques have been corporal punishment. In this article, it has been observed whether the corporal punishment of students is right or wrong from the viewpoint of Islamic jurisprudence.
Keywords: *Corporal, Punishment, Education, Jurisprudence.*

خلاصہ

تربیت، استاد کا اپنے شاگرد کو تعلیم دینا اور اس کی اصلاح کرنا ہے۔ استاد اور والدین کی ایک اہم ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی انسانی کرامت اور ان کے اخلاق اور اقدار کی حفاظت کریں۔ اس ہدف تک پہنچنے کے لئے ان کا ہر قول و فعل آگاہانہ، منطقی اور شاگرد کے مفاد اور اس کی مصلحت کے مطابق ہونا چاہئے۔ وہ اس ہدف تک پہنچنے کے لئے جو طور و طریقے اپنا سکتے ہیں ان میں ایک طریقہ، جسمانی سزا ہے۔ اس مقالہ میں یہ دیکھا گیا ہے کہ آیا شاگرد پروری میں جسمانی سزا کی روش فقہی لحاظ درست ہے یا نہیں؟ اس مقالہ میں استاد یا مربی کی ذمہ داریوں اور اس کے اختیارات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: جسمانی، سزا، تعلیم، فقہ۔

تعارف

بچوں کی جسمانی سزا ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہر معاشرہ خواہ اسلامی معاشرہ ہو یا غیر اسلامی، مبتلا ہے۔ والدین اور اساتذہ جسمانی سزا کے ذریعے بچوں کی نازیبا حرکات روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا تعلیم و تربیت میں جسمانی سزا فقہی لحاظ سے جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کے ذیل میں اور بھی کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر آیا جسمانی سزا، تربیت کا ذریعہ ہے بھی یا نہیں؟ اگر جسمانی سزا، تربیت کا ذریعہ ہے تو اس کی شرائط، اصول اور معیار کیا ہیں؟ بچوں کی کن غلطیوں پر انہیں جسمانی سزا دی جاسکتی ہے اور سزا کی آخری حد کیا ہے؟ اور جسمانی سزا دینے کا حق کسے حاصل ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالات کے جواب میں ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ کسی بھی صورت میں بچوں کو جسمانی سزا دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بہت سارے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے بر عکس، اکثر اسلامی دانشمندوں، علماء اور مجتہدین کا نظریہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے خاص شرائط اور حدود کے ساتھ بچوں کو جسمانی سزا دی جاسکتی ہے۔ بہر صورت، یہ موضوع بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا اس مقالہ میں ہم نے فقہی لحاظ سے اس موضوع پر بحث مندرجہ سوالات کے ذیل پیش کریں گے تاکہ اساتذہ اور والدین کو بچوں کی تربیت میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے موضوع کی شرعی حدود معین کرسکیں۔ امید ہے یہ تحریر تعلیم وتربیت اور شاگرپروری کے شعبہ سے مربوط افراد کے لئے ایک راہنما تحریر ثابت ہوگی۔

تربیت کا مفہوم

لغت میں تربیت پرورش کرنے اور کسی بھی کام کو ثمر بخش بنانے کا نام ہے۔[1] عام طور پر نابالغ بچوں کی تعلیم، ان کی ہدایت اور اخلاق سازی کو تربیت کا نام دیا جاتا ہے۔[2] اصطلاح میں تربیت ایسے تدابیر اور طور و طریقے کا مجموعہ ہے جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بروئے کار لانے کے لئے اپنایا جاتا ہے۔ اس تعریف کے پیش نظر مربی یا تربیت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ شاگرد کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے باخبر ہو تاکہ وہ انسانی فطرت کے مطابق تدریجاً اور قدم بہ قدم اس کی تربیت کرسکے۔[3] اس حوالے سے استاد اعرافی مدظلہ فرماتے ہیں: "تربیت تغییرات تدریجی کا وہ مجموعہ ہے جو ایک مدت تک انسان اپنی حرکت مبداء سے مقصد کی طرف شروع کرتا ہے۔"[4] لہٰذا اسلامی قوانین کی رو سے بچوں کی تربیت میں گاہے گاہے جسمانی سزا کی اجازت بھی اس غرض کے تحت دی گئی ہے تاکہ بچے مختلف جرائم کے مرتکب نہ ہوں، وگرنہ بڑے ہو کر وہ بھیانک جرائم کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔

سزا کی اقسام

اسلامی تعلیمات میں سزاوں کی مختلف اقسام ہیں۔ ان میں ایک قسم **"تنبیہ"** ہے جس کا لفظی معنی بیدار کرنا، کسی چیز کی اطلاع دینا اور آگاہ کرنا ہے۔[5] اصطلاح میں تنبیہ اس عمل یا فعل کو کہا جاتا ہے جس کا لازمہ دوسرے کو آگاہ کرنا یا ہوشیار کرنا ہو۔ ویر کہتے ہیں کہ تنبیہ اس وقت واقع ہوتی ہے کہ جب کسی کو اچھا اور مثبت جواب کی بجائے منفی جواب دے۔ سادہ الفاظ میں تنبیہ اسے کہا جاتا ہے جو کسی ایسی چیز کو انسان سے دور کرے کہ جس کی طرف وہ زیادہ مائل ہو، اور کوئی ایسی چیز اسے دے دی جائے جس سے اسے زیادہ نفرت ہو۔[6] جان لیانز اور اس کے ساتھی کہتے ہیں: تنبیہ بچے کا کسی کام کے انجام دینے کے فوراً بعد ایک ناخوشایند فعل کا انجام دینا یا اچھے فعل کا حذف کرنا ہے۔ مثال کے طور پر بُرے الفاظ بولنا یا طمانچہ رسید کرنا جسے **تنبیہ خاص** کہا جاتا ہے۔[7] لیکن اس کے مقابلے میں **تنبیہ عام** یہ ہے کہ جب بچہ کوئی بُرا کام انجام دے تو اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا، تجاہل عارفانہ، بے اعتنائی، تحقیر، تہدید، مذاق اڑانا، اس کی پسندیدہ چیز سے محروم کرنا، جرمانہ عائد کرنا، منہ موڑ لینا، گھورنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ، **تنبیہ اخص** سے مراد صرف مار پیٹ اور جسمانی سزا دینا ہے۔

سزا کی ایک قسم، **"تأدیب"** ہے۔ "تأدیب" مصدر ہے "ادب" کا: "الادب، الذی یتأدب بہ الادیب من الناس سمی ادب لانہ یادب الی المحامد و ینھاھم عن المقابح۔[8] یعنی: "ادب نیک انسان اپنے اخلاق اور رفتار کو اس قالب میں ڈال دیتا ہے، یا وہ چیز ہے جو ادیب لوگ دوسروں کو سکھاتے ہیں۔ اسی لئے اسے ادیب کہا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کو اچھی خصلت اور نیک رفتار کی طرف دعوت دیتا ہے اور بُری خصلتوں سے روکتا ہے۔[9] اسی لئے اگر کسی کو بُرے عمل کی وجہ سے مجازات یا سزا دی جائے تو اسے کہا جاتا ہے اس کی "تأدیب" ہوئی ہے، کیونکہ یہی سزا اس شخص کا ادب اور نیک عمل، اچھے اخلاق کا اپنانے اور بُرے فعل سے دُوری اختیار کرنے کا سبب بنتی ہے۔[10]
تأدیب کا دوسرا معنی: "تأدیب الادب" ہے جس سے مراد ہر وہ عمل جو دوسروں کے اچھے اخلاق اور نیک سیرت کی طرف آنے کا سبب بنتا ہے۔[11] اس تعریف کی رو سے "تأدیب" بالکل "تعلیم وتربیت" کے مترادف ہوگی۔ یہی وجہ ہے بعض فقہاء نے اپنی کتابوں کا نام ادب کے مشتقات پر رکھا ہے۔ جیسے: مرحوم نصیر الدین طوسی کی کتاب "آداب المتعلمین"۔[12] سزا کی اقسام میں سے ایک اور قسم **"حدّ"** ہے۔ فقہی اصطلاح میں "حدّ" اس سزا کو کہا جاتا ہے جس کا حکم اور مقدار، دونوں شریعت میں بیان ہوئے ہوں۔ اس کے مقابلے میں **"تعزیر"** ایسی سزا کا نام ہے جس کا شریعت میں حکم تو ہو لیکن اس کی کوئی خاص مقدار بیان نہ ہوئی ہو۔ مرحوم شہید ثانی[13] اور صاحب جواہر[14] فرماتے ہیں: ہر وہ گناہ جن کے لئے سزا اور مجازات معین ہو اسے "حد" کہا جاتا ہے اور وہ ہر وہ گناہ جس کے لئے کوئی

"حد" معین نہ کی گئی ہو اسے تعزیر کہا جاتا ہے۔ سزا کی ایک قسم، "**انذار**" بھی ہے جس کا معنی کسی برے عمل یا گناہ کے مرتکب ہونے پر جو بُرے اثرات مترتب ہوتے ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے تاکہ لوگوں کو ایسے عمل کے ارتکاب سے روکا جاسکے۔ انذار کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں:

1- سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں ایک قسم کی خبر دے رہا ہو۔
2- ایک خوفناک اور خطرناک کام کی خبر دے رہا ہو، یعنی اس میں خوف پیدا ہو۔
3- انسان کے اختیاری فعل کے بارے میں خبر دے رہا ہو۔
4- ایسی خبر جو بچوں میں غور و فکر کی ترغیب دلا رہا ہو، اور یہی انذار کی تربیتی پہلو ہے۔

نفسیاتی اور جسمانی سزا

سزا کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: (۱) نفسیاتی سزا (۲) جسمانی سزا۔ نفسیاتی سزا بذات خود دو قسموں یعنی "زبانی" اور "عملی" میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس سے اگلی تقسیم میں زبان کے ذریعے "**نفسیاتی سزا**" کی مزید تین قسموں میں تقسیم ہوتی ہے: ۱) **کنایہ:** جس میں معلم یا والدین اپنے بیان میں اشارہ کنایہ کے ذریعے بچے کی رہنمائی کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنی غلطیوں سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے انہیں ترک کرسکے کیونکہ اکثر اوقات دوسروں کے سامنے صراحت کے ساتھ اس کی غلطیاں بتانے سے بچہ اصلاح کی بجائے بگاڑ کا شکار ہو کر مزید خراب ہو جاتا ہے اور اس میں بے ادبی اور تخریب کاری بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ابتدائی مرحلہ میں اشارہ اور کنایہ کے ذریعے اس کو متنبہ کیا جائے، جیساکہ معصومؑ کا فرمان ہے: الكناية أبلغ من التصريح۔[15] یعنی: "کنایہ، تصریح سے زیادہ رسا ہوتا ہے۔" ۲) **ملامت**: معمولاً ملامت کسی نامطلوب فعل کے انجام دینے کے بعد اس کے بُرے نتائج سے آگاہ کرنا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں زیادہ روی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ممکن ہے اس کا نتیجہ بر عکس نکلے، جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: وَ الْإِفْرَاطُ فِي الْمَلَامَةِ يَشُبُّ نِيرَانَ اللَّجَاجِ[16] یعنی: "ملامت کرنے میں اگر زیادہ روی سے کام لیا گیا تو لجاجت کی آگ مزید شعلہ ور ہو گی۔" ۳) **تہدید**: تہدید میں متربی کو اس کے غلط کردار کے بُرے نتائج اور اس کے مجازات سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس تہدید کی بھی دو قسمیں ہیں: الف) غیر مستقیم تہدید؛ جیساکہ قرآن کریم میں کئی آیات میں عذاب کے بارے میں غیر مستقیم تہدید بیان کی گئی ہے۔ ب) مستقیم تہدید جس میں واشگاف الفاظ میں سزا کی دھمکی دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو یہ کہنا کہ: لَوِ انْتَهَيْتَ وَ إِلَّا ضَرَبْتُكَ یعنی: "اگر تم نہ رکے تو میں تمہیں ماروں گا۔"

جہاں تک زبان کے ذریعے "**عملی سزا**" کا تعلق ہے تو اس کی عمدہ دو قسمیں ہیں:۱) **اظہارِ ناراضگی** : بچے کو صحیح راستہ پرلانے اور بُرے عمل سے روکنے کا ایک بہترین طریقہ صحیح اور مناسب موقع پر ناراضگی کا اظہار ہے۔ ناراضگی کا ایک نمونہ تیور Body Language ہے۔ مثال کے طور پر مربی یا والدین منہ پر تیوری چڑھا کر شاگرد کو سزا دیتے ہیں۔ اسی طرح جدائی اختیار کرنا بھی ناراضگی کا ایک مصداق ہے کہ جس کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا۔(10:73) یعنی: "اور جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں اس پر صبر کیجیے اور شائستہ انداز میں ان سے دوری اختیار کیجیے۔" عموماً ناراضگی کا اظہار کبھی بات نہ کرکے تو کبھی غصے سے دیکھ کر کیا جاتا ہے لیکن اس مقام پر بھی یاد رہے قہر یا ناراضگی کا اظہار ضد اور غم وغصے کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف تربیتی پہلو کو مدّ نظر رکھ کر انجام دیا جانا چاہئے۔۲) **جرمانہ**: ناشائستہ رفتار انجام دینے کی صورت میں تنبیہ کرنے کا ایک طریقہ جرمانہ کرنا ہے۔ اگر بچہ سکول کا کام انجام نہیں دیتا ہے تو استاد اسے جرمانہ کرکے اس سے کام لے سکتا ہے۔ لیکن جرمانہ کیا ہو؟ بہتر یہ ہے، کہ جرمانہ اس کے فائدے میں ہو، جیسے بطور سزا کچھ زیادہ ہوم ورک دے دیا جائے وغیرہ۔ اسی طرح بچے کو اس کی پسندیدہ چیز سے محروم کرنا بھی ایک طرح کا جرمانہ ہے۔ بطور مثال بچہ کھیل کود اور کھانے پینے کا بہت شوقین ہوتا ہے جب سزا کے طور پر اسے کھانے پینے یا کھیل کود سے دُور رکھا جائے تو وہ اس ناپسندیدہ عمل کو اس لئے ترک کرے گا کہ اسے دوبارہ وہ پسندیدہ کھانا اور کھیل کود کا موقع دیا جائے۔البتہ ماہرین کے مطابق محروم سازی میں بھی بچہ کی عمر، ادراک، صبر و تحمل وغیرہ کا ضرور خیال رکھا جانا چاہیئے ورنہ ممکن ہے یہ محروم سازی بچہ کے دل میں بغض و کینہ کا سبب بنے۔

ترتیب کے لحاظ سے سزاوں میں سب سے آخری مرحلہ پر "**جسمانی سزا**" ہے جس کی عام طور پر دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ ۱) **مجازات**: یہ سزا مار پیٹ کے ذریعے انجام پاتی ہے۔ جب تک سزا کی اخلاقی اقسام مفید و موثر ہوں تو اس سزا سے گریز کرنا ضروری ہے۔ لیکن جب ان میں سے کوئی ایک بھی کارساز نہ ہو تو اس وقت اس سزا کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس قسم کی سزا کا مقصد بھی سزا دینا نہیں، بلکہ تربیت کرنا ہے۔ اس کی بہت سی شرائط ہیں جن کا بعد میں تذکرہ ہوگا۔ ۲) **تسکین**: کبھی استاد یا والدین بچوں کو اپنی قلبی تسکین یا انتقام کے لئے جسمانی سزا دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ بچے کو سزا اس کی تربیت یا کردار کی اصلاح کے لئے دینا چاہیئے، کیونکہ اگر شاگرد سمجھ جائے کہ استاد نے اپنی دلی تسکین اور انتقام کے لئے اسے مارا ہے تو اس وقت شاگرد میں شرارت اور لجاجت اور بڑھ جائے گی اور وہ مزید بگڑ جائے گا۔

آراء و نظریات

جسمانی سزاکے بارے میں مختلف آراء و نظریات پائے جاتے ہیں۔ کلی طور پر تین نظریات قابل نقد و تبصرہ ہیں: الف)**افراطی نظریہ**: پرانے زمانے کے تربیتی مکاتب کا نظریہ یہ تھا کہ شاگرد جو زیادہ ذہین اور سالم طبیعت کے مالک نہ ہونے کی وجہ سے سخت ترین جسمانی سزاکے بغیر صحیح لائن میں نہیں آتے تھے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب شاگرد کسی ناروا کام میں مصروف ہو جاتے ہیں تو ان میں شیطانی روح داخل ہوتی ہے اور شیطان جوانوں اور نوجوانوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اس لئے ان کی صحیح پٹائی کی ضرورت پڑتی ہے، اور ان کو تنگ و تاریک مقامات پر قید کرتے تھے تاکہ شیطان ان کے بدن سے نکل جائے۔ ب) **تفریطی نظریہ**: اس نظریہ کے پیروکار کہتے ہیں کہ کسی بھی صورت میں جسمانی سزا نہیں دینی چاہئے۔ ان کا عقیدہ ہے بچوں اور نوجوانوں کے نامناسب افعال کو تحمل کرے اور ان کو بیمار کی مانند سمجھنا چاہئے۔ روسو، فروبل اور پستالوزی کا عقیدہ ہے کہ ہر صورت میں تنبیہ بچوں پر بُرے آثار چھوڑتی ہے۔ ج) **معتدل نظریہ** : ایک گروہ کا نظریہ ہے کہ تشویق و ترغیب کو ہر صورت میں سزا پر ترجیح حاصل ہے لیکن سزا کا تصور بھی عقل سلیم سے بالکل ہمآہنگ ہے۔ البتہ سزا دینے میں افراط سے پرہیز کیا جائے اور شاگردوں یا بچوں کی تحقیر اور تذلیل نہ کی جائے۔

ابتدائی قاعدہ

امامیہ فقہاء اور مجتہدین کے مطابق بچوں بچوں کو سزا دینے میں ابتدائی قاعدہ یہ ہے کہ یہ جائز نہیں۔ اس مدعا پر کئی دلیلیں پیش کی گئی ہیں: منجملہ "رفع القلم" کا قاعدہ جس کا سرچشمہ رسول خداؐ کا یہ فرمان کہ: " تین گروہ سے تکلیف ساقط ہے اور ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا: بچہ جو ابھی حد بلوغ کو نہیں پہنچا۔ پاگل جو ابھی تک صحیح نہیں ہوا اور وہ شخص جو سو رہا ہے یا بے ہوش ہے۔ " [17] اس مدعا پر دوسری دلیل "ایذاء کی حرمت" کا قاعدہ ہے جس کے مطابق اسلامی شریعت میں دوسروں کو کسی قسم کی اذیت و آزار پہنچانا حرام ہے۔ یہ حکم مطلق ہے اور اس کا اطلاق، جسمانی اور روحانی ہر قسم کی اذیت و آزار اور سزا پر ہوتا ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے جس نے بھی میرے کسی مؤمن بندے کو اذیت دی گویا اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا ہے۔ اور جس نے بھی میرے مؤمن بندے کا احترام کیا وہ میرے غضب سے محفوظ رہا، اور اگر روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک میں میری مخلوقات میں سے کوئی نہ ہو سوائے ایک مؤمن بندہ اور اس کا عادل امام کے، تو میں ان دونوں کی عبادت اور بندگی کی وجہ سے باقی تمام مخلوقات کی عبادتوں سے بے نیاز ہوں گا۔ اور سات آسمان اور زمین ان دونوں کی برکت سے قائم رہیں گے، اور ان کے لئے ان کے اپنے ایمان میں سے ایسا مؤنس و غمخوار پیدا کروں گا، جس کے علاوہ کسی اور کی انس و محبت کی طرف محتاج نہیں ہوں گے۔ [18] یہ روایت صحیحہ ہے کیونکہ اس

کے سارے راوی محمد بن یعقوب، محمد بن یحییٰ العطار، احمد بن محمد بن عیسی الاشعری، الحسن بن محبوب سراد اور ہشام بن سالم، سب ثقہ ہیں۔[19]

اس مدعا پر تیسری دلیل "حرمتِ ضرار" کا فقہی قاعدہ ہے۔اس قاعدہ کے مطابق کسی کو بھی حق نہیں کہ دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ یہ قاعدہ عام ہے جو جسمانی سزا کو بھی شامل ہے۔اور اس قاعدہ کا اطلاق بچوں کو روحانی یا جسمانی سزا دینے پر ہوتا ہے۔مدعا پر چوتھی دلیل یہ ہے کہ از روئے عقل، جسمانی سزا، انسانی حریت اور آزادی سے منافات رکھتی ہے۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر انسان حریت اور آزادی رکھتا ہے اور اسے اس کے اعمال پر سزا دینا، انسانی آزادی سے منافات رکھتا ہے۔ کیونکہ کسی کو کسی پر مسلط نہیں کیا جا سکتا۔اسی طرح سزا ایک طرح کا ظلم ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے۔پس جسمانی سزا، از روئے عقل بھی جائز نہیں ہے۔پس فقہاء اور مجتہدین امامیہ کے مطابق بچوں کو سزا دینے میں ابتدائی قاعدہ یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔

ثانوی قاعدہ

یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا بچوں کو سزا دینے کا عدمِ جواز مطلق ہے یا تعلیم وتربیت کی غرض سے بچوں کو سزا دی جا سکتی ہے اور ابتدائی قاعدہ کی جگہ ثانوی قاعدہ لاگو کیا جا سکتا ہے؟اس سوال کے جواب میں کئی امامیہ فقہاء ثانوی قاعدہ کے بقدر ضرورت جواز کے قائل ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر محقق نجم الدین جعفر بن حسن حلی فرماتے ہیں: غلام کو ۱۰ کوڑے سے زیادہ مارنا مکروہ ہے۔اور اگر دس سے زیادہ مارے تو اسے آزاد کرنا مستحب ہے۔[20] شیخ طوسی نے اس بارے میں لکھا ہے: فقہاء کا اجماع ہے کہ معلم نابالغ بچہ کو اس کی تأدیب کی خاطر مار سکتا ہے۔[21] صاحب مختصر النافع فرماتے ہیں کہ بچے کو ادب سکھانے کے لئے ۱۰ کوڑے سے زیادہ مارنا مکروہ ہے۔جس طرح غلام کو ۱۰ کوڑے سے زیادہ مارنا مکروہ ہے: (الرابعة) يكره أن يزاد في تأديب الصبي عن عشرة أسواط و كذا العبد، ولو فعل استحب عتقه[22] آیۃ اللہ خوئی نے تکملہ المنہاج کے مبانی میں فرمایا ہے: لا باس بضرب الصبي تأديبا خمسه او سته مع رفق هذا في غير المعلم و اما فيه فالظاهر عدم جواز الضرب بازيد من ثلاثة۔ یعنی: "غیر معلم کے لئے بچے پر ۵ سے ٦ ضرب جو ملائم اور ہلکی ہو، کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن معلم یا استاد کو تین ضرب سے زیادہ مارنا جائز نہیں ہے۔" اہل سنت کی معروف کتاب [الفقہ علی المذاہب الخمسۃ] میں بچوں کی جسمانی سزا کو جائز قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: "اگر کوئی بچہ کسی کو قتل یا زخمی کرے، تو اس کا حکم بھی پاگل کے حکم جیسا ہے، یعنی اس بچہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ اس پر دنیا اور آخرت دونوں میں کوئی

عذاب نہیں ہوگا، جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ : عمد الصبی خطاء۔ لہٰذا بچہ پر قصاص تو نہیں لیکن ادب سکھانے کی خاطر جسمانی سزا دے سکتا ہے۔"[23]

دلائل

اگر یہ پوچھا جائے کہ جو فقہاء قاعدہ ثانویہ کے طور پر بچوں کی جسمانی سزا کے جواز کے قائل ہوئے ہیں، ان کی دلیل کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ ان فقہاء کے مطابق ان کے مدعا پر سب سے پہلی دلیل خود قرآن کریم کی آیات ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ(6:66) یعنی: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔" اس آیت میں اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کا مطلق حکم آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اہل و عیال کو ہر ممکن وسیلے سے جہنم کی آگ سے بچائے چاہے اس غرض سے انہیں جسمانی سزا بھی کیوں نہ دینا پڑے۔ بنابریں، اس آیات سے بچوں کی جسمانی سزا کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی لگ بھگ ۶۰۰ آیات میں نے اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کو دنیوی اور اخروی سزا کا حکم سنایا یا ہے۔ قرآن کریم میں جن سزاوں کا حکم سنایا گیا ہے ان کی عمدہ تین اقسام ہیں:

الف) **جرم وجنایت پر سزا** : قرآن کریم نے آیات الاحکام میں بعض جرائم پر سزا حد یا تعزیر کی صورت میں معین کی ہے۔ جیسے زانی مرد اور عورت کے بارے میں فرمایا: "زناکار عورت اور زناکار مرد دونوں کو ایک سو کوڑے مارو اور دین خدا کے معاملے میں تمہیں ان پر ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مؤمنین کی ایک جماعت موجود رہے۔" (2:24) اسی طرح تہمت لگانے والوں کے لئے بھی قرآن کریم میں سزا معین فرمائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں پھر اس پر چار گواہ نہ لائیں پس انہیں اسّی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی گواہی ہر گز قبول نہ کرو اور یہی فاسق لوگ ہیں۔"(4:24) اسی طرح چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹنے کا حکم بھی آیات الاحکام میں سے ہے جو جسمانی سزا ہے۔

ب) **مکافات عمل**: بہت سی آیات، گذشتہ اقوام کی سزا کو ان کے اعمال کا نتیجہ قرار دیتی ہیں۔ جیسے اصحاب سبت کی سزا۔ (56:2)، (163:7 تا 167)، قوم بنی اسرائیل کی سزا(66،65،59:2)،(278:5) اور ابلیس کی سزا (13،18:7)،(29،34،35،44:15) کہ جسے درگاہ الٰہی سے نکال دیا گیا۔

ج) **تأدیب**: کچھ آیات ، لوگوں کی تأدیب، تربیت اور اصلاح کے لئے سزا کو ضروری قرار دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کی سزا جنہوں نے رسول خداؐ کے فرمان کی مخالفت کرتے ہوئے جنگ میں جانے سے انکار کیا۔ مرارۃ بن ربیع ، ہلال بن امیہ اور کعب بن مالک وہ لوگ تھے جو جنگی مشکلات اور سختیوں کو برداشت نہ کرپائے اور جنگ میں جانے سے انکار کردیا تو سزا کے مستحق قرار پائے۔ لیکن بعد میں پشیمان ہو کر توبہ کی اور رسول خدا سے عذر خواہی کی تو آپ نے ان کو معاف کردیا۔ اسی طرح جو لوگ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے توزمیں اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور اُن پر خود ان کی اپنی جانیں دو بھر ہو گئیں ۔[24] یہ سزائیں ان لوگوں کی تادیب اور ااصلاح کے لئے تجویز ہوئیں جو رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ اسی طرح سورہ نساء میں اپنے شوہروں کی نافرمانی کرنے والی عورتوں کی اصلاح کے لئے تین قسم کی سزا تجویز ہوئی ہے: "اور جن عورتوں کی سر کشی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو (اگر باز نہ آئیں تو) خواب گاہ الگ کر دو اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو ان کے خلاف بہانہ تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ بالاتر اور بڑا ہے۔" (24:4) علامہ طباطبائی معتقد ہیں کہ یہ تین آیتیں اصلاح اور تربیت پر دلالت کرتی ہیں ۔[25] ان آیات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کے لئے سزا دینا جائز ہے۔

بعض روایات سے بھی بچوں پر بعض سزائیں جاری کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ صحیحہ حلبی میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ امیرالمؤمنینؑ کا فرمان ہے کہ حدود کے اجراء کرتے وقت رسی یا کوڑے کے درمیاں سے پکڑے یا کچھ حصہ پکڑے اور مارے، کیونکہ مجرم نابالغ بچہ اور غلام ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی کا حکم ملتوی نہیں کرسکتا۔ کسی نے عرض کیا: کیسے مارا جائے ؟آپ نے فرمایا: رسی کو درمیاں سے پکڑے یا تیسرا حصہ پکڑے اور پھر اس کے عمر کے حساب سے مارے اور اللہ کے معین کردہ حدود باطل نہیں ہوسکتیں۔ ایسے موارد میں تأدیب کی مقدار اس کے سن و سال کے مطابق اور حاکم شرع کے صواب دید پر معین ہوگی۔[26] معتبرۂ یزید کناس میں امام باقرؑ سے نقل ہوا ہے کہ جو بچہ ابھی حد بلوغ کو نہیں پہنچا ہے اگرچہ اس کے والدین نے اس کی شادی بھی کرادی ہو اس پر حد جاری ہوگی اور اسے اس کی عمر کے حساب سے کوڑا مارا جائے گا۔ یعنی ۱۵سال پورا ہونے تک کامل حد تو جاری نہیں کرسکتا جو بڑوں کے اوپر جاری کیا جاتا ہے، بلکہ حاکم شرع کی مرضی کے مطابق اسے سزا دی جائے گی۔ لیکن بہر صورت اللہ تعالی کا قانون نہیں بدل سکتا اور نہ مسلمانوں کا ایک دوسرے پر موجود حقوق ضائع کیا جاسکتا ہے۔[27]

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: بعض اوقات میں اپنے غلام کو جرم کا مرتکب ہونے پر مارتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: کتنا مارتے ہو؟ عرض کیا: کبھی ۱۰۰ ضرب مارتا ہوں۔ حضرت نے تعجب کے

ساتھ فرمایا: ۱۰۰ ضرب؟! کیا تم زنا کی حد جاری کرتے ہو؟ خدا کا خوف کرو۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں آپ پر قربان جاؤں! کتنا ماروں تو مناسب ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک ضربہ مارو۔ عرض کیا: خدا کی قسم! اگر اسے پتہ چلے کہ میں صرف ایک ضربہ مارنے والا ہوں تو وہ میرے لئے کچھ بھی باقی نہیں رکھے گا۔ حضرت نے فرمایا: پس دو ضربہ مارو۔ عرض کیا: یہ بھی میری ہلاکت کا باعث ہے۔ امام نے اور اصرار فرمایا یہاں تک کہ پانچ مرتبہ تکرار کرتے ہوئے غضبناک حالت میں فرمایا: اے اسحاق! اگر اس کا جرم حد کا مستحق ہو تو اس پر حد جاری کرو لیکن حدود الہی سے تجاوز نہ کرو۔[28] اسی طرح ایک اور روایت میں راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں بچوں اور غلاموں کی تنبیہ اور تأدیب کی مقدار کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے فرمایا: پانچ یا چھ ضربہ مارو، تاکہ تم ان کے ساتھ مدارا کر سکو۔[29] یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے، کیونکہ زیرا محمد بن یحیٰی العطار، احمد بن محمد بن عیسی الاشعری، محمد بن یحیٰی الخزاز، غیاث بن ابراہیم تمیمی، سارے شیعہ امامی اور ثقہ ہیں۔[30]

جن روایات سے بچوں کو تادیب کے لئے جسمانی سزا دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے ان میں وہ روایات بھی ہیں جن میں نقل ہوا ہے کہ بچوں کو نماز میں کوتاہی کرنے پر جسمانی سزا دی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی صراحت کے ساتھ حکم فرمایا ہے کہ یتیم کو اسی طرح تنبیہ کرو اور مارو جس طرح اپنے بچوں کو تنبیہ کرتے ہو اور مارتے ہو۔ اب چونکہ یتیم کا مسئلہ بہت حساس مسئلہ ہے اور انسان کو یتیم کے بارے میں بڑی احتیاط کرنے کا حکم ہے، اس کے باوجود بھی روایت میں اس کی تربیت کی خاطر اسے جسمانی سزا اور مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ جیسا تیرا جی چاہے نہیں بلکہ تنبیہ اپنے مشخص دائرہ میں رہ کر کر سکتا ہے۔[31] رسول خداؐ نے فرمایا: بچوں کو سات سالگی میں نماز کی تعلیم دو اور دس سالگی میں اگر نماز ترک کریں تو ان کو سزا دو۔[32] بچوں کی جسمانی سزا کے جواز پر امام زین العابدین کی حدیث نقل کرتے ہیں: فرماتے ہیں اولاد کا حق تم پر یہ ہے کہ جان لو، وہ تم سے ہے، دونوں جہاں میں ان کا ہر فعل خواہ برا ہو یا اچھا، سب کو تم سے نسبت دی جائے گی، اور تجھے ان کی تربیت کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ جیسے اسے ادب سکھانا، اللہ تعالی کی طرف دعوت دینا، اللہ کی اطاعت کرنے میں ان کی مدد کرنا، وغیرہ۔[33]

معصومین علیہم السلام کی سیرت کو بچوں کی جسمانی سزا کے جواز پر تیسری دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بعض کے مطابق معصومین علیہم السلام بھی اپنی اولاد کی تربیت کے لئے سرپرستی اور ولایت کے قائل تھے، جنہیں دیکھ کر شیعہ مجتہدین نے بھی باپ کی ولایت کا حکم لگائے ہیں۔[34] بچوں کی جسمانی سزا کے جواز پر چوتھی دلیل کے طور پر "قاعدہ احسان" کو پیش کیا گیا ہے جس کے مطابق جب بچوں پر تاثیر کا احتمال ہو تو والدین پر ان کی تربیت کرنا واجب

ہے اور یہی احسان کا بہترین مصداق ہے کہ اپنی اولاد کو گناہ سے دور رکھے، عذاب جہنم سے نجات دلائے، اور ابدی سعادت اور خوش بختی سے ہمکنار کرے۔

کون، کتنی سزا دے؟

اگر ثانوی قاعدہ کے طور پر بچوں کو جسمانی سزا دینے کے جواز کو تسلیم کر لیا جائے تو یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سزا دینے کا حق کسے حاصل ہے؟ تمام علمائے اسلام [شیعہ و سنی] کے مطابق بچے کو سزا دینے کی اجازت بچہ کے والد، دادا، اور حاکم شرع کو دی گئی ہے۔ لیکن استاد یا مربی کے لئے، والد یا دادا کی اجازت کے بغیر ان کے بچے کو سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔[35] جہاں تک بچوں کو دی جانے والی سزا کی مقدار کے تعین کا تعلق ہے تو اس حوالے سے شیعہ فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مجتہدین اس بات کے معتقد ہیں کہ بچوں کو پانچ سے چھ کوڑے مارے جا سکتے ہیں۔ بعض مجتہدین معتقد ہیں کہ یہ مقدار، احتیاط کا تقاضا ہے۔[36] ان کی دلیل حماد کی امام صادق علیہ السلام سے منقول روایت ہے کہ میں نے امام سے بچہ اور غلام کی تأدیب کے بارے میں سوال کیا تو امام نے فرمایا: پانچ سے چھ کوڑے جائز ہے۔[37] بعض مجتہدین کا کہنا ہے کہ جسمانی سزا کی مقدار دس کوڑے سے کم ہو، اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ان کی دلیل شیخ صدوق کی یہ روایت ہے: "کسی بھی حاکم کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے، جائز نہیں ہے کہ دس کوڑے سے زیادہ مارے سوائے حدود کے باب میں۔" یہ روایت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ دس کوڑے سے زیادہ نہیں مار سکتا۔[38] یہاں ایک نظریہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بچوں کی جسمانی سزا کی مقدار، خود مربی یا استاد یا والدین کے صواب دید پر ہے کہ بچہ کو کتنا مارے تو وہ سدھر سکتا ہے اور برائی کو یا غیر اخلاقی کام کو چھوڑ سکتا ہے یا نماز کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ مرحوم شہید ثانی رہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ تعزیر اور تأدیب کی مقدار معین کرنے کے لئے خود حاکم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔[39] اس بارے میں امام خمینی رہ فرماتے ہیں: احوط یہ ہے کہ پانچ یا چھ ضربہ پر ہی اکتفاء کرے۔[40]

جمع بندی اور اہم نکات

بچوں کو سزا دینے کے حوالے سے اس اہم نکتہ کی یاد آوری بہت ضروری ہے کہ اسلام، امن و سلامتی کا داعی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ يَدِهِ وَ لِسَانِهِ[41] یعنی: "مسلمان تو بس وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔" لہٰذا بنیادی طور پر اسلام میں سزا کا تصور نہیں، فرد اور معاشرے کی فلاح کا تصور پایا جاتا ہے۔ دین اسلام والدین اور اساتذہ کے لئے بہت تاکید کے ساتھ سفارش کرتا ہے کہ بڑے لوگ چھوٹوں کے بارے میں احساس مسئولیت کرتے ہوئے ان کے حقوق کا خیال رکھیں اور ہر وہ عمل

کہ جس سے ان کی بھلائی ممکن ہو اسے انجام دینے میں کوتاہی نہ کریں۔ تاہم بعض اوقات ایک فرد کی بھلائی اور اسے برائی سے روکنے کی غرض سے سزا کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ لہٰذا اسلام کی نظر سزا وہ آخری مرحلہ ہے کہ جسے طلاق کی طرح جائز تو قرار دیا گیا ہے لیکن پھر بھی ناپسندیدہ ہے۔ البتہ بچوں کے بارے میں بھی والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ ان کی معمولی معمولی غلطیوں پر سزا دینے سے گریز کرتے ہوئے ان سے تسامح اور سہل انگاری سے پیش آئیں تاکہ وہ اپنی شخصیت کو پہچانتے ہوئے اپنی اصلاح کر سکیں۔

دراصل، بچوں کی شخصیت ابتداء ہی سے بننا شروع ہوتی ہے اور شخصیت اخلاقی، تربیتی، اعتقادی، و حتی والدین کے اقتصادی عناصر، ماں کا دودھ، وغیرہ، ان عوامل میں سے ہیں جو بچہ کی آنے والی زندگی میں اس کی رفتار پر بہت زیادہ مؤثر ہے۔ اور چونکہ تربیت معنی اور اہل لغت کے مطابق اصلاح، ہدایت، اور کردار کی درستگی ہے، لہٰذا یہ کام اس سلیقے سے انجام دیا جائے جو مؤثر اور شرعی طور پر جائز ہو۔ لہٰذا والدین اور اساتذہ پر ضروری ہے کہ بچوں کو سزا دینے سے پہلے ان کی غلطیوں کے اسباب کے بارے میں تحقیق کریں تاکہ مرض کی تشخیص کے بعد اس کا علاج کیا جاسکے۔ رسول خداﷺ کا فرمان ہے: تعلیم و تربیت کے سلسلے میں اساتذہ اور والدین کو پیار و محبت کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور سخت گیری نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ پڑھا لکھا، دانشمند، باہنر اور حقیقی استاد وہی ہے کہ جو سختی کئے بغیر بچے کی تربیت کر سکے۔ ہاں مگر خاص موارد میں دینی نظام تربیت میں تنبیہ اور سزا کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ جس کی واضح دلیل خود رسول خداﷺ کا بشیر کے ساتھ ساتھ نذیر ہونا بھی ہے۔ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے: یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِیكُمْ ناراً (6:66) یعنی: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔" اس آیہ شریفہ کا پیغام یہ ہے کہ والدین اور اساتذہ اگر فقط پیار محبت اور شفقت کے ساتھ بچوں کی تربیت نہیں کر سکتے تو گاہے بہ گاہے جسمانی سزا دے کر بھی ان کی اصلاح کریں اور اس میں خود ان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ البتہ ہر حال میں سزا کے اسلامی قوانین کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس میں سب سے اہم یہ کہ سزا اتنی ہو کہ جو بچہ کے لئے قابل تحمل ہو۔ اسی طرح اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ بچوں یا شاگردوں کی تربیت اور اصلاح کے لئے سزا اس وقت تک صحیح ہے جب تک وہ مؤثر ہو۔ لیکن اگر سزا کے انفرادی یا اجتماعی سطح پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہوں تو سزا دینے سے پرہیز ضروری ہے۔ کیونکہ سزا کا اصل مقصد انسان کی اصلاح ہے۔ اسلامی نکتہ نظر سے اولاد اور شاگرد والدین اور اساتذہ کے پاس امانت ہیں لہٰذا ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جس طرح ان کی جسمانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اسی طرح ان کے روحی، اخلاقی، فکری، عاطفی، عقلانی اور مذہبی ضروریات کو بھی پورا کریں۔ تاکہ ان میں اخلاقی فضائل جیسے پاکدامنی، امانت داری، طہارت اور پاکیزگی جیسے اوصاف پروان چڑھ سکیں اور اسی میں ان کی خیر

مضمر ہے۔[42] بہر صورت، ان ماہرین نفسیات کی بیانات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی جسمانی سزا مکمل طور پر ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ بعض اوقات خاص شرائط کے ساتھ جسمانی سزا واجب ہو جاتی ہے۔ لیکن سزا دینے میں درج ذیل کلی قوانین کا خیال رکھنا بہر صورت ضروری قرار دیا گیا ہے:

1. روایات میں سزاوں کے عمدہ پانچ اسباب اور فوائد بیان ہوئے ہیں: ۱) حدود و تعزیرات گناہوں سے پاک ہونے کا باعث ہیں۔ ۲) ان کے تکوینی اور تشریعی اثرات پائے جاتے ہیں۔ جیسے برکتوں کا نزول اور بلاوں کا دفع۔ ۳) خطا کرنے والا دوبارہ خطا نہیں کرتا۔ ۴) جب لوگ خطاکار پر حدود و تعزیرات جاری ہوتے دیکھتے ہیں تو وہ بھی عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کا حکم ہے کہ ایسے موقع پر لوگ یہ منظر دیکھیں: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (2:24) یعنی: "مومنین کے ایک گروہ کو ان دونوں (زانیہ اور زانی) کی سزا (جاری ہونے کا منظر) مشاہدہ کرنا چاہیے۔" بنابریں، بچوں کو جسمانی سزا دینے میں بھی مذکورہ بالا فوائد میں سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پوشیدہ ہو ورنہ انہیں سزا دینے سے پرہیز کیا جائے۔ بچوں کو اپنا غصہ اتارنے کے لئے سزا دینا ممنوع ہے۔ ہمیشہ ان کی اصلاح کو مدنظر رکھا جائے۔امیر المؤمنینؑ نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ فلان شخص پر حد جاری کرے،اور اس نے حد جاری کرنے کے دوران چھوڑ دیا،جب اس سے وجہ پوچھی تو کہا: میرا ذاتی غصہ تھا۔اس کے بعد امام نے فرمایا:اساتذہ کو بھی بچوں کو تنبیہ کرتے وقت ایسا ہونا چاہئے،تاکہ بچوں کی تربیت میں تکامل پیدا ہو جائے۔اور استاد کو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ اس کے دل میں کوئی ذاتی رنجش یا غم و غصہ نہ ہو، ورنہ ایسی صورت میں اگرچہ تأدیب مؤثر بھی ہو جائے ،تب بھی یہ خلاف عدالت ہے۔[43] غصہ کی حالت میں سزا دینے رسول خدا اور امیر المؤمنینؑ نے منع فرمایا ہے۔[44]
2. بچوں کی اصلاح میں جسمانی سزا سب سے آخری حربہ کے طور پر دی جائے۔اس سے پہلے ان کی اصلاح کے تمام حربے استعمال کرنے چاہیں۔
3. اگر جسمانی سزا ناگزیر ہو تو بچوں کی پیٹھ پر ماریں۔ہاتھوں اور بالخصوص منہ پر مارنے سے ہر صورت میں پرہیز کیا جائے۔
4. والدین ہوں یا استاد اور مربی حتی سزا دیتے ہوئے بھی بچوں کا مذاق نہ اڑائیں اور ان کی تحقیر نہ کریں۔
5. ماں باپ کے لئے ضروری ہے کہ بچے کو رات کی تاریکی میں اکیلا چھوڑ دینے کی دھمکی نہ دیں۔
6. ماں باپ کے لئے ضروری ہے کہ بچے کو یہ نہ کہیں کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔
7. کبھی بچے کو اپنے بہن بھائیوں کے سامنے نہ ماریں۔

8. سزا، جرم کی مقدار سے زیادہ نہ ہو، کیونکہ رسول خدا نے اسد بن وادعیہ سے کہا: اگر سزا دینا ہے تو مقدار جرم سے زیادہ نہ ہو۔[45]

9. سزا بچے کی جسمانی قوت برداشت، عمر، اور شخصیت کے مطابق ہو، جیساکہ حماد بن عثمان نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے: حاکم شرع کی صوابدید کے مطابق سزا دے، جہاں وہ مصلحت جانے، اسی طرح اس کے گناہ اور قدرت جسمانی کے مطابق بھی ہو۔[46] ایک اور مقام پر امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں: عقلمندوں کی سزا، اشارہ ہے اور جاہلوں کی سزا، صراحت کے ساتھ بیان کرنا ہے، اور عاقلوں کو بے عزت کرنا، شدید ترین سزا ہے۔[47]

10. اگر بچہ سزا پانے سے پہلے متنبہ ہو جائے تو اسے سزا نہیں دینی چاہئے، کیونکہ اس کا مقصد، اصلاح ہے۔ جب یہ ہدف خود بخود حاصل ہو جائے تو سزا دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

11. بچے کو اس وقت سزا دی جا سکتی ہے جس وہ اپنے کام کی برائی یا گناہ سے باخبر ہو۔ محمد بن خالد کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا، ایک غلام کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی، اس کے بارے میں امام صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا کیا جائے؟ تو امام نے فرمایا: اس بچے سے پوچھو کہ چوری کی سزا کیا ہے اور اس کا کیفر اور عقاب کس قدر ہے، اگر وہ نہیں جانتا تو اسے چھوڑ دو۔[48]

12. جسمانی سزا دینے میں اس کے مراحل اور مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے اور ضعیف مرحلہ سے شروع کرے، جیسے چہرہ کا رخ موڑنا، غصہ میں نگاہ کرنا، کچھ وقفہ کے لئے بات نہ کرنا، وغیرہ۔ اگر ان مراحل میں بچہ متوجہ ہو اور اپنے کئے ہوئے عمل پر نادم ہو اور اسے ترک کرے تو مار پیٹ کی نوبت ہی نہیں آتی۔

* * * * *

حوالہ جات

1۔ علی اکبر، دہخدا، ***لغت نامہ دہخدا*** - مادہ ربو (تہران، انتشارات دانشگاہ، 1349)، ندارد۔

2۔ ایضاً، 2، 551۔

3۔ معاونت فرہنگی تربیتی، *تربیت اجتماعی سیاسی از منظر قرآن و نہج البلاغہ* (ندارد، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، 1389)، 12۔

4۔ علی رضا، اعرافی، تربیت *فرزند با رویکرد فقہی*، تحقیق و نگارش: سید نقی موسوی، (قم، اشراق و عرفان، ندارد)، 15۔

5۔ علی اکبر، دہخدا، *لغت نامہ*، ج15 (تہران،انتشارات دانشگاہ،1349)، 986۔
6۔ ہرگنہان، بیآر، *مقدمہ ای بر نظریہ ہای یادگیری* (ندارد)، 138۔
7۔ علی اکبر، سیف، *روانشناسی پرورش* (تہران،آگاہ،1368)، 264۔
8۔جمال الدین،ابن منظور، *لسان العرب*، ج1 (ندارد، نشرادب الحفدہ،1405)،93۔
9۔ محمد مرتضی، حسینی واسطی، زبیدی، *تاج العروس من جواہر القاموس*، ج1 (بیروت،دارالفکر،1414ق)، 144۔
10۔ احمد بن محمد، فیومی، *مصباح المنیر*، ج1 (ندارد،ندارد،ندارد)، 9۔
11۔ علی ابن محمد، جرجانی، *التعریفات* ، باب ہمزہ(ندارد،دارالتراث العربی،،1424)، 15۔
12۔ سید جواد حسینی، خواہ *تنبیہ بدنی کودکان در نظام بین الملل حقوق بشر و فقہ امامیہ* (ندارد)، 74۔
13۔زین الدین، شہید ثانی، *مسالک الافہام*، ج14 (ندارد، مکتبہ المرتضویہ لاحیاء الاثار الجعفریہ،1429)،255۔
14۔ محمد حسن، نجفی، *جواہر الکلام*، ج41 (بیروت، داراحیاء التراث العربی،ندارد)،255۔
15۔صالح، المازندرانی، *شرح الکافی-الأصول والروضۃ* ،ج3، 147، «الشرح» ، 145۔
16۔ حسن بن علی، ابن شعبہ *تحف العقول*، ترجمہ جنتی ناشر (قم، مؤسسہ امیر کبیر تہران،1404)،84۔
17۔ محمد بن الحسن، الشیخ الحر العاملی الشیخ، *وسائل الشیعۃ*، ج1 (قم: مؤسسہ آل بیت علیہم السلام لاحیاء التراث،1409ق): 45۔
18 محمد بن یعقوب، الکلینی، *الکافی*، ج2 (تہران، الإسلامیۃ،1407ق)،350۔
19۔ محمد بن علی، نجاشی، *رجال النجاشی* (قم،جامع مدرسین،1365ش)،59۔
20۔ابوالقاسم، محقق حلی، *شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام*، ج4 (قم، دارالہدی،1403)،155۔
21 ۔ محمد بن حسن، طوسی، *المبسوط*، ج4 (ندارد،مکتبۃ المرتضویہ،ندارد)،69۔
22۔ جعفر بن حسن، حلی، *المختصر النافع، فی فقہ الامامیہ*، (تہران، بعثت،1410)،222۔
23 ۔ محمد جواد، مغنیہ، *الفقہ علی المذاہب الخمسہ*، ج5 (قم، دارالکتب الاسلامیہ،1380)،633۔
24۔ عبداللہ بن عباس، ابن عباس، *غریب القرآن فی شعر العرب* (بیروت، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ،1413ق)،ندارد۔
25۔ایضا۔
26۔الحر العاملی، *وسائل الشیعۃ*، ج28 : 11۔
27۔الکلینی، الکافی، ج7 : 198۔
28۔ایضا: 267۔
29۔الحر العاملی، وسائل الشیعۃ ،ج28 : 372۔
30۔احمد بن علی، نجاشی، رجال النجاشی (قم، جامع مدرسین،1365ش)،305۔
31۔ الکلینی، الکافی، ج6 : 47 ۔
32۔ علاء الدین بن حسام الدین، متقی ہندی، *کنز العمال*، ج16 (ندارد، مؤسسہ الوفاء،1405)، 440۔
33۔ محمد بن علی، ابن بابویہ، *من لایحضرہ الفقیہ*، ج2 (قم،ندارد،1413ق)،622۔
34۔ نجفی، جواہر الکلام، ج21: 388۔
35۔ سید علی حسینی، زادہ *تنبیہ از دیدگاہ اسلامی*، مجلّہ حوزہ و دانشگاہ، ش14،15، ص62۔
36۔خوئی، ابوالقاسم، *مبانی تکملۃ المنہاج*، ج1 (قم، ندارد،1396ھ)، 34۔

37۔ الحر العاملی، وسائل الشیعہ،ج18: 581۔
38۔ابن بابویہ، *من لایحضرہ الفقیہ* ،ج4 : 73۔
39۔ شہید ثانی،*مسالک الافہام*،ج14: 454۔
40۔روح اللہ،امام خمینی،؛*تحریر الوسیلہ*،ج2(ندارد، سفارت جمہوری اسلامی،1407ھ)،477۔
41۔ محمد بن محمد،الشعیری،*جامع الأخبار* (نجف، ندارد، ندارد)، 107۔
42۔ سید جواد، حسن حسینی، *بررسی تحلیلی تنبیہ از منظر روایی، فقہی وروانشناسی*، مجلّہ معرفت، شمارہ33: 53۔
43۔ محمد نور، ابن عبدالحفیظ سویدی،*منہج التربیۃ للطفل* (ندارد)، 371۔
44۔ محمد باقر بن محمد تقی، مجلسی، *بحار الانوار*، ج79(بیروت، دار احیاء التراث العربی،1403ق)،102۔
45۔ایضا،ج78: 82۔
46۔ الحر العاملی، *وسائل الشیعہ*،ج18: 584۔
47۔عبدالواحد بن محمد، تمیمی آمدی،*غرر الحکم ودرر الکلم* ،ج2(قم، ندارد،1366ش)،501۔
48۔ الحر العاملی، *وسائل الشیعہ*،ج3: ص2۔

کتابیات

1) دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا-مادہ ربو، تہران، انتشارات دانشگاہ،1349۔
2) معاونت فرہنگی تربیتی، تربیت اجتماعی سیاسی از منظر قرآن و نہج البلاغہ، ندارد، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ،1389۔
3) اعرافی، علی رضا، تربیت فرزند با رویکرد فقہی، تحقیق ونگارش: سید نقی موسوی، قم، اشراق و عرفان، ندارد۔
4) بیآر، ہرگنہان، مقدمہ ای بر نظریہ ہای یادگیری، ندارد۔
5) سیف، علی اکبر، روانشناسی پرورش، تہران، آگاہ،1368۔
6) ابن منظور، جمال الدین، لسان العرب، ج1، ندارد، نشر ادب الحفدہ،1405۔
7) حسینی واسطی، محمد مرتضی، زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ج1، بیروت، دار الفکر،1414ق۔
8) احمد بن محمد فیومی، مصباح المنیر، ندارد۔
9) جرجانی، علی ابن محمد، التعریفات، باب ہمزہ، ندارد، دار التراث العربی،1424۔
10) خواہ، سید جواد حسینی، تنبیہ بدنی کودکان در نظام بین الملل حقوق بشر و فقہ امامیہ، ندارد۔
11) شہید ثانی، زین الدین، مسالک الافہام، ج14، ندارد، مکتبہ المرتضویہ لاحیاء الاثار الجعفریہ،1429۔
12) نجفی، محمد حسن، جواہر الکلام، ج41، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ندارد۔
13) المازندرانی، صالح، شرح الکافی-الأصول والروضۃ۔
14) ابن شعبہ، حسن بن علی، جنتی، احمد، قرن 4 تحف العقول، ترجمہ جنتی ناشر، قم، مؤسسہ امیر کبیر تہران،1404۔
15) محمد بن حسن، شیخ حر عاملی، وسائل الشیعۃ ، ج1، قم، ندارد،1409ق۔

16) کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج2، تہران، الإسلامیۃ، 1407ق۔
17) نجاشی، محمد بن علی، رجال النجاشی، قم، جامع مدرسین، 1365ش۔
18) محقق حلی، ابوالقاسم، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، ج4، قم، دار الہدی، 1403۔
19) طوسی، محمد بن حسن، المبسوط، ج4، ندارد، مکتبۃ المرتضویہ، ندارد۔
20) حلی، جعفر بن حسن، المختصر النافع، فی فقہ الامامیہ، ج، تہران، بعثت، 1410۔
21) مغنیہ، محمد جواد، الفقہ علی المذاہب الخمسہ، ج5، قم، دار الکتب الاسلامیہ، 1380۔
22) ابن عباس، عبداللہ بن عباس، غریب القرآن فی شعر العرب، بیروت، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1413ق۔
23) شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج28، قم، ندارد، 1409ق۔
24) متقی ہندی، علاء الدین بن حسام الدین، کنز العمال، ج16، ندارد، مؤسسہ الوفاء، 1405۔
25) ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج2، قم، ندارد، 1413ق۔
26) نجفی، محمد حسن، جواہر الکلام، ج21، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ندارد۔
27) زادہ، سید علی حسینی، تنبیہ از دیدگاہ اسلامی، مجلّہ حوزہ و دانشگاہ، ش15، 14۔
28) ابوالقاسم، خوئی، مبانی تکملۃ المنہاج، قم، ندارد، 1396ھ۔
29) ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج4، قم، ندارد، 1413ق۔
30) شہید ثانی، زین الدین، مسالک الافہام، ج14، ندارد، مکتبہ المرتضویہ لاحیاء الاثار الجعفریہ، 1429۔
31) امام خمینی، روح اللہ، تحریر الوسیلہ، ج2، ندارد: سفارت جمہوری اسلامی، 1407ھ۔
32) شعیری، محمد بن محمد، جامع الأخبار (للشعیری)، نجف، ندارد، ندارد۔
33) حسن حسینی، بررسی سید جواد، تحلیلی تنبیہ از منظر روایی، فقہی و روانشناسی، مجلّہ معرفت، شمارہ 33۔
34) ابن عبدالحفیظ سویدی، محمد نور، منہج التربیۃ للطفل، ندارد۔
35) مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار، ج79، بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1403ق۔
36) تمیمی آمدی، عبدالواحد بن محمد، تصنیف غرر الحکم و درر الکلم، ج2، قم، ندارد، 1366ش۔